

اندرونی صفحات پر

- تیسرا قومی قوانین کی خلاف ورزی
- پانی کی فراہمی
- شہری سہولیات
- عورتوں کا عالمی دن

شہری



SHEHRI

اس میں کوئی ٹک نہیں کہ شہریوں کا ایک چھوٹا سا گروہ جو شعور رکھتا ہو اور دنیا دنیا کو بدل سکتا ہے۔ مارگریٹ میڈ

برائے بہتر ماحول
جنوری تا اپریل 2002ء

کراچی کا ساحلی ماحول: کیا فٹا پڑ رہا ہے؟

مشرقی کھاڑیوں کی زمین کی ناجائز اور غیر قانونی الاٹمنٹ کراچی ہار ہر پر تباہ کن منفی معاشی اور ماحولیاتی اثرات کا باعث ہوگی

استعمال اور تفریح کے لئے حد درجہ استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ساحلی علاقے اندرون ملک آفات کے خلاف اولین دفاعی خطوط ہیں۔ مختصر یہ کہ ان کے تین عملی پہلو یعنی ماحولیاتی خدمات کی فراہمی، آفات کا تدارک اور انسانی استفادہ ہیں۔ جو ساحلی علاقوں سے انسانی رشتے کا حصہ ہیں ان میں ہر پہلو ایک دوسرے سے مبہم انداز میں بیوستہ ہے۔ نتیجے

ساحلی علاقے کے ماحول کی ترقی اور اصولوں کی بنیاد یعنی پائیدار اصولوں پر ہے جسے لفظ ”ماحول“ کی تشریح اور وضاحت کے ذریعے سمجھا جاسکتا ہے اس کی ترجمانی مختلف طریقوں سے کی گئی ہے۔ ماحول کی وضاحت ایک ایسا علاقہ ہو سکتا ہے

انڈس ڈیلٹا کی کھاڑیاں

- کاجھار کریک
- سر کریک (یہ پاکستان اور بھارت کے درمیان ساحلی سرحد بناتی ہے)

- واری کریک
- ڈبو کریک
- واڈی کھڈی کریک
- کورنگی کریک
- چٹا کریک
- کافشن کریک
- گذری کریک
- نالگو کریک
- گھور و کریک
- کھڈی کریک
- کی بندر کھڈی کریک
- چھار کریک
- موٹی کریک
- سیسا کریک



(اوپر) انڈس ڈیلٹا کا منظری سارے کے ذریعے لیا گیا خاکہ
(دائیں) چٹا کریک، کراچی کی مشرقی کنارہ کی کھاڑی کا منظر

میں انسانوں کو مجموعی طور پر ساحلی علاقے کے ان تین حقائق کا انتظام کرنا اور انہیں مانیٹر کرنا چاہئے تاکہ ساحلی علاقے سے انسانی رشتے کی ہم آہنگی کو برقرار رکھنے کو یقینی بنایا جاسکے۔ بد قسمتی سے ساحلی علاقے انسانی سرگرمیوں کے شدید حملے کے تحت متذبذب ہیں۔ دنیا بھر میں پیشتر ساحلی علاقے حد سے زیادہ بھری ہوئی۔ حد سے زیادہ ترقی یافتہ اور حد سے زیادہ استحصال شدہ ہیں۔

جو انسانوں کے گرد ہو، اور اس ماحول میں نہ صرف فطری ماحول شامل ہے بلکہ آفات کا تدارک اور آسانیاں بڑھانے کے لئے انسانوں کے تخلیق کردہ ڈھانچے اور نظام بھی شامل ہیں۔

ساحلی علاقے منفرد اور بے بدل ماحولیاتی نظاموں کے حامل ہیں۔ بیک وقت انسان ساحلی علاقوں کو نقل و حمل کی سرگرمیوں۔ ذرائع اور توانائی پہنچانے، صنعتی

ایڈیٹر: بیناصدیقی
انتظامی کمیٹی:

چیرپرسن: خطیب احمد

وائس چیرپرسن: ایس رضاعلی گردیزی

جنرل سیکریٹری: امیرعلی بھائی

خزانچی: فاروق فضل

ارکان: نوید حسین، رونالڈ ڈی سوزا

قاضی فائزعیسیٰ

شہری اسٹاف:

کوآرڈینیٹر: مسز منصور

اسسٹنٹ کوآرڈینیٹر: محمد ریحان اشرف

شہری ذیلی کمیٹیاں:

آلودگی کے خلاف: نوید حسین

تحفظ درخت: دانش آذر زوبی، جمیر الرحمن

میڈیا اور بیرونی روابط: جمیر الرحمن،

حسن جعفری، فرحان انور

قانون: قاضی فائزعیسیٰ، امیرعلی بھائی،

رونالڈ ڈی سوزا، وکٹوریہ ڈی سوزا،

خطیب احمد

پارکس اور تفریح: خطیب احمد

اسلمحہ پاک معاشرہ: نوید حسین،

قاضی فائزعیسیٰ

مالی حصول: تمام ارکان

ذیلی کمیٹیوں کی رکنیت شہری برائے بہتر ماحول

کے تمام ارکان کے لئے کھلی ہے۔ اس اشاعت

میں شامل مضامین کو شہری کے حوالے کے ساتھ

شائع کرنے کی اجازت ہے۔

ایڈیٹر / ادارتی عمل کا خیر نامہ میں شائع ہونے

والے مضامین سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

لے آؤٹ اور ڈیزائن: زیڈ یو لالہ

پروڈکشن: انٹرنیشنل کیوٹیکیشن (IPC)

رکن IUCN دی ورلڈ کنزرویشن یونین

یہ کھاڑیاں مچھلی

اور جھینگے کی

افزائش کے علاوہ

مہاجر پرندوں

اور کچھوئوں کے

لئے نرسری کا کام

کرتی ہیں

کے غیر متحرک علاقے متنوع اقسام کے کیڑوں اور چھوٹے جانوروں کے لئے جائے سکونت تخلیق کرتے ہیں ان کے سانباں سینکڑوں اقسام کے پرندوں کو پناہ دیتے ہیں اور ان کی کھاڑیاں دودھ پلانے والے سمندری جانوروں کی پناہ گاہ ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق نمک کو برداشت کرنے والے تقریباً 180 اقسام کے دلدلی درخت اور پودے دنیا بھر میں تقریباً 24 ملین ہیکٹر رقبے پر پھیلے ہوئے ہیں۔

پاکستان کا ساحل تقریباً 1050 کلومیٹر

ساحلی آبی علاقے بہت زیادہ پیداواری ماحولیاتی نظام ہیں۔ ہیکٹر کے ہیکٹر آبی علاقے اعداد اور تنوع دونوں میں بہت زیادہ جنگلی حیات پیدا کرتے ہیں اور زمین پر کسی اور جائے سکونت کے مقابلے میں یہاں اولین پودوں کی افزائش زیادہ ہوتی ہے۔ یہ گاد کو مقطر کرتے ہیں اور آلودہ عناصر کو بہا دیتے ہیں اور بیش بہا غذائی اجزاء کو اکٹھا کر لیتے ہیں یہ زمین اور سمندر کے درمیان حفاظتی علاقوں کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ یہ ہزار ہا اقسام کی مچھلیوں اور جھینگوں کے لئے انڈے دینے۔ ان کی افزائش اور غذا کے لئے اہم جگہیں مہیا کرتے ہیں۔

ماہرین حیاتیات دلدلی جنگلات کو زمین پر بہت زیادہ پیداواری اور از روئے علم حیات گونا گوں آبی علاقوں میں سے ایک سمجھتے ہیں، جو 2 ہزار سے زیادہ اقسام کی مچھلیوں، بے ریزھ کی ہڈی کے جانور اور ہوائی جڑوں والے پودوں کے لئے جائے سکونت فراہم کرتے ہیں۔ ان کی جڑوں کے علاقے آفنج، عیالی کیڑے، سخت چھلکے دار آبی حیات مثلاً جھینگے، کیڑے وغیرہ کے لئے پناہ گاہ فراہم کرتے ہیں ساتھ ہی سمندری کائی و گھاس ان

چنا کریک

کراچی کی بندرگاہ کی تعمیر 1843ء میں ہوئی تھی۔ مشرقی اور مغربی

کھاڑیوں کی ساحلی جھیلیں اس وقت سے اس کا لازمی اور اٹوٹ حصہ

ہیں۔ چنا کریک کراچی کی بندرگاہ کا مرکزی دھارا یا راستہ ہے یہ ایک

قدرتی کھاڑی ہے اور سندھ ڈیلٹا کی 17 کھاڑیوں میں سے ایک

ہے۔ بندرگاہ کی قدرتی صفائی کی بنیاد پانی کی حرکی قوت کے نظام پر

ہے اور مشرقی کھاڑیوں کی ساحلی جھیل اس میں ایک فیصلہ کن کردار ادا

کرتی ہے اور بندرگاہ کے یہ پہلو آج تک نہیں بدلے۔

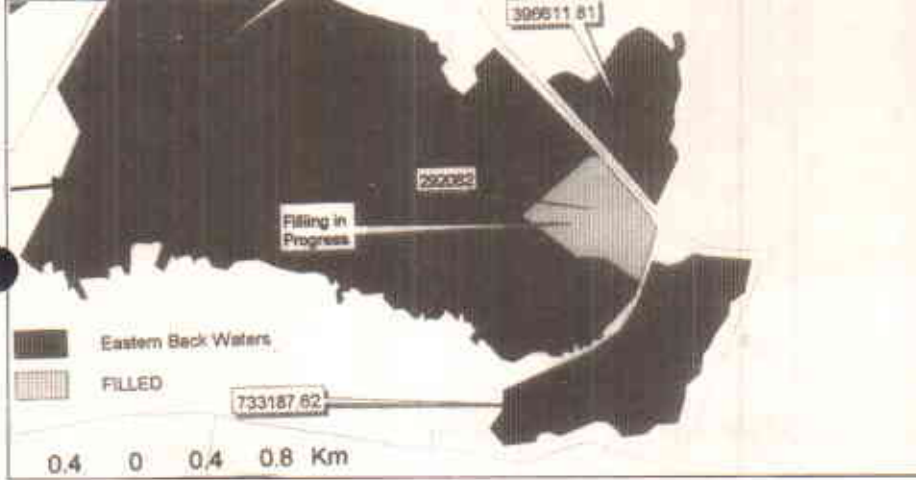
طویل ہے، جس میں سے 700 کلومیٹر بلوچستان اور بقیہ سندھ میں ہے۔ تقریباً 2 ملین مچھیرے اس ساحلی علاقے سے اپنا روزگار کھاتے ہیں۔ سندھ کی ساحلی پٹی دریائے سندھ، سندھ کے ڈیلٹا کے حصے سے بھی بنتی ہے۔ یہ ایک عام پتھے کی شکل کا ڈیلٹا ہے جو حرقہ اور ہمالیہ کے پہاڑی سلسلوں سے دریائے سندھ کے ساتھ بڑی مقدار میں بہہ کر آنے والی مٹی سے بنا ہے۔ موجودہ ڈیلٹا تقریباً چھ لاکھ ہیکٹر پر پھیلا ہوا ہے اور 17 بڑی کھاڑیوں، چھوٹی کھاڑیوں، مٹی کی ہموار سطح اور جھاردار دلدلی درختوں کے باعث مشہور ہے، سندھ ڈیلٹا کے دلدلی جنگلات دنیا بھر میں اس لئے منفرد ہیں کہ یہ خشک آب و ہوا کے سب سے بڑے علاقے کے دلدلی جنگلات ہیں۔

ایسا ہی ایک علاقہ ماحولیاتی اور معاشی اہمیت کا حامل ہے۔ مثلاً دلدلی جنگلات مشرقی کھاڑیاں (بشمول چائنا کریک اور مائی کلاچی کا علاقہ) جو کراچی کے ساحلی علاقوں کا حصہ ہیں اور قیمتی آبی علاقوں کے ذرائع کو برقرار رکھے ہوئے ہیں لیکن اب اسے تباہی سے خطرہ ہے۔ ذیل میں واقعات کا سلسلہ ملاحظہ کیجئے۔ وہ علاقہ جو مداحلت سے پاک تھا اب وہاں تعمیرات ہو گئی ہیں اور جن فریقین نے اہم کردار ادا کیا وہ بھی ملاحظہ کیجئے۔

کراچی پورٹ ٹرسٹ (کے پی ٹی) کراچی کی بندرگاہ کا انتظام سنبھالنے کی ذمہ دار ہے جو پاکستان کی سب سے بڑی اور اہم بندرگاہ ہے اور جہاں سے ملک کی 90 فیصد برآمدات اور درآمدات ہوتی ہیں۔ یہ بندرگاہ پاکستان کی بحری افواج کا بھراؤ ہے۔ یہ پاکستان سے باہر جانے والی مچھلی کی تمام برآمد کا بڑا مرکز بھی ہے۔ کے پی ٹی کے اپنے

انتظام کا دلدلی جنگلات کے ایک بڑے رقبے پر کنٹرول ہے مثلاً مغربی کھاڑیاں جو وسیع سندھ ڈیلٹا کا ایک حصہ ہیں۔ کے پی ٹی کی بہت سی ذمہ داریاں / مفادات بھی ہیں جو بندرگاہ کی حدود کے اندر بندرگاہ کی سرگرمیوں کے فائدے کے لئے فروخت کر دیا جاتا ہے۔ تو انہیں کو توڑا جاتا ہے اور شہریوں کے بنیادی حقوق کی پامالی کی جاتی ہے۔ یہ اعمال معاشی نقصان، کھلی جگہوں اور تفریحی پلاٹوں کے خاتمے کے باعث بنے ہیں۔ انہوں نے شہر کی فنانس سرانجام دیتی ہیں۔ پاکستان میں سرکاری حکام اور

مشرقی کھاڑیوں میں منصوبہ بندی کے بغیر سمندر سے زمین کے حصول کو فوری روکا جائے



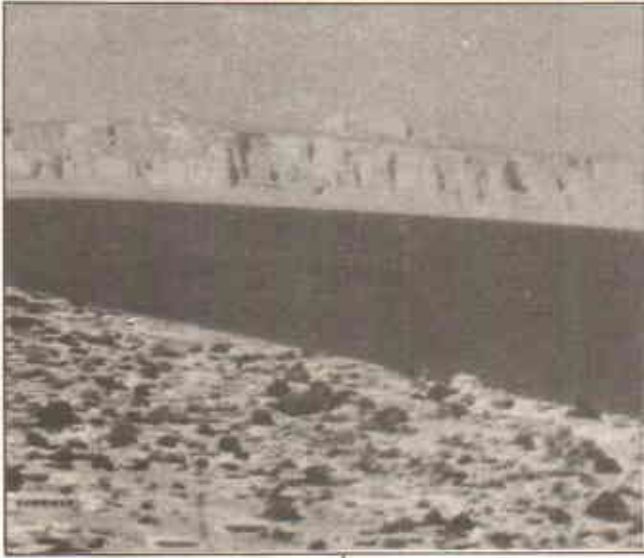
وزیر اعلیٰ سندھ نے وزیر اعظم کو لکھا کہ کے پی ٹی کو ہدایت کی جائے کہ وہ مائی کلاچی میں 175 ایکڑ زمین حکومت سندھ کو منتقل کر دے تاکہ رہائش کی کمی کے مسئلہ پر قابو پانے کے لئے 500/400 مربع گز کے 300 پلاٹ تخلیق کئے جائیں اور شہر کو خوبصورت بنایا جائے۔ اس سے وسیع پیمانے پر رشوت ستانی اور بدعنوانی کے ایک عمل کا آغاز ہوا اور علاقے میں زمین کی دھاندلیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

سیاستدانوں نے گزشتہ برسوں میں ایک کلچر تخلیق کیا ہے جو زمین پاکستان کے شہریوں کی ہے اسے سیاسی رشوت کے طور پر چند افراد کے شہری اور ساحلی ماحولیات کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ کراچی کی بندرگاہ اور پورٹ قاسم بھی ان کی وجہ سے ریت سے اٹ گئے

تقریباً اسی وقت کے پی ٹی نے بھی اپنے بدعنوان اور ناجائز اعمال کے ذریعے اپنی کراچی پورٹ ٹرسٹ کو آپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی کے اراکین کو فائدہ پہنچایا۔ انہوں نے غیر قانونی طور پر 130 ایکڑ کے پی ٹی او سی ایچ ایس کوالٹا کر دیا۔ انہوں نے یہ کام کسی ایسی آئی اے کے بغیر کیا۔ انہوں نے زمین کا کوئی سروے نہیں کرایا۔ اور نہ ہی معاشی اور ماحولیاتی اثرات کا جائزہ لیا۔ جو

کچھ تلخ حقائق

- کے پی ٹی آفیسرز کو آپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی (کی پی ٹی او سی ایچ ایس) کے اراکین نے قانون پلاننگ کے قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کی ہے۔
- 99 برس کی عرصہ میں توسیع کے پی ٹی آفیسر سیکشن 18 (ii) کے برخلاف ہے۔
- جس غیر قانونی اور خفیہ طریقے پر ان کھائریوں سے زمین حاصل کی گئی ہے اس سے کراچی کے شہریوں کے ان بنیادی حقوق کی پامالی ہوئی ہے جن کی آئین کی دفعات 9-14-23 اور 25 کے تحت ضمانت دی گئی ہے۔ آئین آئین کی دفعات 37 اور 38 کے ساتھ مطالبہ کریں۔ عدالتیں اپنے آئینی حدود کو استعمال کرتے ہوئے ان کی قبیل کرا سکتی ہیں۔



بندرگاہ اور اس کی پانی کی حد کی قوت کے نظام اور مینگرووز کے نازک ماحولیاتی نظام پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

یہ 1130 ایکڑ زمین کے پٹی اوسی ایچ ایس کو 25 برس کے لئے کے پٹی ایکٹ 1886ء کے u/s 18(ii) کے تحت لیز پر دی گئی۔ اس لیز کی مزید تجدید 99 برس کے لئے کر دی گئی جس کے لئے قانون کی روح اور نیت کی خلاف ورزی کی گئی۔ آئین کی دفعہ 9 کے برخلاف معاشی اور ماحولیاتی مضمرات کا بھی خیال نہیں رکھا گیا۔ اس کے علاوہ کراچی پورٹ میں گاد کے جمع ہونے کے نقصان دہ اثرات کو بھی نظر انداز کر دیا گیا۔

1989ء سے 2001ء کے عرصہ 12 برس کے دوران اخبارات نے اس اثر معاشی اور ماحولیاتی مسئلے پر بہت سے متعلقہ مضامین شائع کئے۔ بد قسمتی یہ ہے کہ اس تمام عرصے کے دوران وفاقی اور سندھ کے ماحولیاتی تحفظ کے ادارے اس وقوع پذیر ماحولیاتی تباہی کی تفتیش میں ناکام رہے حالانکہ یہ ان کی اہم ذمہ داری ہے کہ وہ ہر اس سرگرمی کے خلاف اقدامات اٹھائیں اور اس پر نظر رکھیں جس کا نتیجہ ماحولیاتی بربادی کی صورت میں نکلے۔ ستم

پاکستان کا ساحل

تقریباً 1050 کلومیٹر طویل ہے، جس

میں سے 700 کلومیٹر بلوچستان اور

بقیہ سندھ میں ہے، تقریباً 20 لاکھ

مچھیرے اس ساحلی علاقے سے اپنا

روزگار کھاتے ہیں سندھ کی

ساحلی پٹی دریائے سندھ کے ڈیلٹا کے

حصے سے بنتی ہے

کھاڑیوں کے ذیلی نظام کو مکمل تباہ کرنے، سمندر کو پائپ کر زمین حاصل کرنے اور سمندر کی تہہ کی صفائی کرنے کے لئے وقت کے حصول کی خاطر غیر سنجیدہ و فضول دعوے اور درخواستیں داخل کر کے قانونی نظام کا غلط استعمال جاری رکھا ہے۔

اس لئے یہ بہت ضروری ہے کہ مشرقی اور مغربی کھاڑیوں کو کراچی کی بندرگاہ کا لازمی حصہ قرار دیا جائے اور انہیں چند ٹی افراد کے فائدے کے لئے فروخت یا زمین کے حصول کے لئے استعمال نہ کیا جائے بلکہ انہیں صرف شہریوں کے فائدے اور بندرگاہ کی متعلقہ سرگرمیوں کے لئے استعمال کیا جائے۔

کھاڑیوں کو محفوظ علاقہ قرار دیا جانا چاہئے اور حال ہی میں ہونے والی تمام غیر قانونی تجاوزات کا خاتمہ ہونا چاہئے اور کھاڑیوں میں مینگر دوک شجر کاری کر کے انہیں ان کی اصل شکل و صورت و حالت میں لایا جائے اور تباہ شدہ سمندر کے اس حصے کو جسے ریت کے ٹیلوں نے الگ کر دیا ہے (ساحلی جھیل) دوبارہ متحرک اور زندہ کرنے کے لئے دیگر متعلقہ اقدامات اٹھانے چاہئیں۔

باعث ہوگی۔ کے پٹی اور حکومت سندھ کے درمیان اس سازش کے نتیجے میں پاکستان نیوی کی سرگرمیوں میں بھی رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے۔

سرکاری اہلکار اس طریقے پر قواعد و ضوابط کو نرم کرنے کے مجاز نہیں ہیں اور سندھ کی حکومت نے عظیم عوامی مفاد کے خلاف چند افراد کو غیر ضروری فائدہ پہنچانے کے لئے غیر قانونی اور ناجائز قدم اٹھایا ہے۔

مزید یہ کہ انہوں نے کراچی کی بندرگاہ کے پانی کی حد کی قوت کے نظام اور مشرقی



نئی نسل کے لئے تولیدی صحت پالیسی ناگزیر ہے

پاؤنا کے زیر اہتمام نوجوانوں کی تولیدی صحت کے موضوع پر چار روزہ قومی تربیتی ورکشاپ کی روداد

تولیدی صحت پر ہونے والے ایک چار روزہ ورکشاپ کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے نوجوان آبادی کو تولیدی صحت کے بارے میں درست اور مناسب معلومات کی فراہمی پر زور دیا تاکہ وہ غیر مستند حکیموں اور عطانیوں کے ہتھے نہ چڑھیں اور بربادی دکھوں سے محفوظ رہ سکیں۔

”نوجوانوں کی تولیدی صحت میں فعال رہنماؤں کی تیاری“ کے موضوع پر اس چار روزہ قومی تربیتی ورکشاپ کا اہتمام پاکستان والیٹری ہیلتھ اینڈ نیوٹریشن ایسوسی ایشن (پاؤنا) نے ڈی ای آئی ڈی۔ یو کے اور پیکارڈ فاؤنڈیشن امریکہ کے تعاون سے کیا تھا۔

صوبہ سندھ کے وزیر خزانہ ڈاکٹر عبدالحفیظ شیخ مہمان خصوصی تھے انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ ماضی کی حکومتوں کی ترجیحات کی سمت درست نہیں تھی۔ صحت اور تعلیم جیسی بنیادی سہولتیں ان کی ترجیحات کی فہرست میں سب سے نچلے درجے پر تھیں۔ ڈاکٹر حفیظ نے اس طرف بھی نشاندہی کی کہ سرکاری حکام نہ تو اہل ہیں اور نہ ذمہ دار، اس لئے میں شہری معاشرے کی تنظیموں اور غیر سرکاری تنظیموں پر زور دیتا ہوں کہ وہ آگے

آئیں اور حکومت کے ساتھ مل کر کام کریں تاکہ معاشرے کے سب سے پسماندہ طبقے کی زندگی کو بہتر بنایا جاسکے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ حکومت کے پاس مالی وسائل اور ذرائع بہت محدود ہوتے ہیں اور یہ صورتحال دنیا کے تقریباً ہر ملک میں پائی جاتی ہے۔ ہمارے جیسے غریب اور ترقی پذیر ملک میں صورتحال اور زیادہ خراب ہوتی ہے۔ عام لوگوں کی فلاح و بہبود اور پسماندہ طبقے کے حالات زندگی اور معیار زندگی میں بہتری لانے کے لئے بہت سے ادارے کام کر رہے ہیں اور ڈونروں کے پاس پیسہ بھی بہت ہے۔ وہ غریبوں کی زندگی کو بہتر بنانے والی مختلف ترقیاتی اسکیموں کا جائزہ لیتے رہتے ہیں۔ واحد ضرورت اس بات کی ہے کہ این جی اوز منظم ہوں اور ان ڈونروں پر ثابت کریں کہ وہ اہل اور ایماندار ہیں اور غریب کی زندگی کو بہتر بنانے کی پابند اور ذمہ دار ہیں۔ اگر این جی اوز یہ کارنامہ سرانجام دینے میں کامیاب ہو جائیں تو فنڈز کی کمی نہیں ہے۔ ڈاکٹر حفیظ نے کہا کہ حکومت صحت اور تعلیم پر خصوصی توجہ دے رہی ہے اور شعبہ تعلیم کا بجٹ دگنا کر دیا گیا ہے۔ ملازمتوں پر پابندی ہونے کے باوجود اساتذہ کی ایک بڑی تعداد کو میرٹ پر ملازمتیں فراہم کی گئی ہیں۔ صحت کے بجٹ میں فی الحال صرف 20 فیصد

اضافہ کیا گیا ہے۔ وزیر خزانہ نے تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کو ایک بڑا مسئلہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ نوجوانوں کو تولیدی صحت کے بارے میں درست معلومات فراہم کر کے آبادی کی بڑھتی ہوئی شرح کو موثر طور پر روکا جاسکتا ہے۔ آبادی میں تیز رفتار اضافے کی شرح نے معاشی ترقی کو کم کیا ہے۔ اس وقت پاکستان میں 45 فیصد لوگ ایک دن میں ایک ڈالر یعنی 60 روپے سے بھی کم کماتے ہیں۔ ڈاکٹر حفیظ شیخ نے مشورہ دیا کہ نوجوانوں کو تعلیم اور مہارتیں فراہم کی جانی چاہئیں تاکہ وہ ملک کی معاشی ترقی میں موثر کردار ادا کرنے کے قابل ہو سکیں۔

پاؤنا کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈاکٹر یاسمین صبیح قاضی نے اس سے پہلے اپنی خیر مقدمی تقریر میں اپنی تنظیم کا مختصر سا خاکہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ پاؤنا نے کیونٹی کی ضرورتوں کے مطابق خود کو ڈھالا ہے کیونکہ ہم نے ابتدا میں نیوٹریشن (غذائی) پروجیکٹ کی حیثیت سے کام شروع کیا تھا۔ پھر اس میں خاندانی منصوبہ بندی کو شامل کیا گیا اور بعد میں اس نے تولیدی صحت پر کام کرنا شروع کیا کیونکہ اسے 1994ء میں قاہرہ کانفرنس کے بعد (باقی صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں)

ورکشاپ

ناموافق حالات کے باعث نئی نسل کی ایک بڑی تعداد سماج دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہو جانے پر مجبور ہو جاتی ہے، مثلاً منشیات کی خرید و فروخت اور جنسی کاروبار وغیرہ

کراچی میں تعمیرات کے قوانین کے بارے میں ایک مذاکرہ

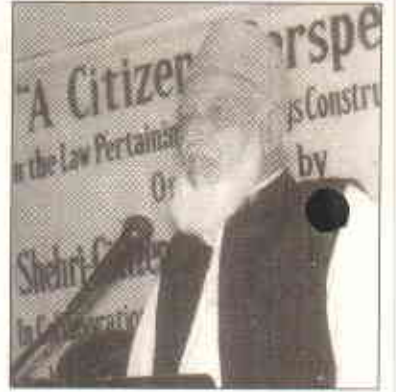
”شہری“ شہر میں غیر قانونی اور ناجائز عمارت کو باقاعدہ بنانے کی مجوزہ پالیسی کی مخالفت کرتا ہے

پلاز کا اعلان نہیں کیا گیا۔ انہوں نے شہر کے ناظم اعلیٰ سے درخواست کی کہ تازہ ترین ماسٹر پلان، 2000 کا اعلان کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ شہر میں نو تشکیل شدہ کل 18 ٹاؤن کونسلوں کے لئے ”شہری تجدید منصوبے“ (اربن رینول پلانز) واضح کئے جائیں۔ جناب نورالدین نے اس یقین کا اظہار کیا کہ اس کام کا بیڑا اٹھانے کے لئے مقامی ماہرین دستیاب ہیں اس لئے غیر ملکی مشاورتی ماہرین

غیر قانونی اور ناجائز عمارت کو باقاعدہ بنانے کی مجوزہ پالیسی کی مخالفت کی ہے۔ جناب عیسیٰ نے شہری ضلعی حکومت کی شجر کاری کی مہم کا آغاز کرنے پر تعریف کی اور اس سلسلے میں شہری کی مدد کی پیشکش کی۔ جناب نورالدین احمد نمائندہ پاکستان انجینئرنگ کونسل نے اپنی تقریر میں کہا کہ حقیقت میں جو اقدام اٹھائے گئے وہ شہری قوانین سے بالکل الگ تھے۔ غیر معمولی رفتار سے آبادی بڑھ رہی ہے۔ جسے روکا نہیں جاسکا ہے۔ نتیجتاً شہری ڈھانچہ مسمار ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت شہر میں صرف 30 فیصد ”قانونی“ تعمیرات ہیں۔ جناب نورالدین نے نشاندہی کی کہ شہر کا کوئی عملی ”ماسٹر پلان“ نہیں ہے۔ 1974ء اور 1992ء کے دونوں ماسٹر

قاضی فائز عیسیٰ۔ رکن مجلس عاملہ شہری نے اپنی تعارفی تقریر میں شہر کے ناظم اعلیٰ جناب نعمت اللہ خان کا سیمینار میں غیر مقدم کیا۔ جناب عیسیٰ نے مقامی سطح پر منتخب حکومت کے اجراء کی تعریف کی لیکن انہوں نے کہا کہ نئی مقامی حکومت صرف ایک ”منتخب حکومت“ کی حیثیت سے کام نہ کرے بلکہ اسے ایک ”شراکتی حکومت“ کی حیثیت سے کام کرنا چاہئے۔ جناب عیسیٰ نے سیمینار کے شرکاء کو یاد دلایا کہ ماضی میں بھی ہمیں ایسے تجربے ہو چکے ہیں جہاں منتخب حکام نے عوام سے ووٹ حاصل کرنے کے بعد حکومت کے معاملات میں ان سے مشورہ کرنے کی رحمت تک گوارا نہیں کی۔ جس کے نتیجے میں وہ عام آدمی سے الگ تھلگ ہو گئے اور حکومتیں قائم نہ رہ سکیں۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ اس دفعہ ایسی صورتحال پیدا نہیں ہوگی۔ انہوں نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ منتخب حکام کو نوکر شاہی پر اپنا انحصار کم کرنا چاہئے۔ انہیں کراچی کے لوگوں کی اغراض اور مشوروں پر زیادہ انحصار کرنا چاہئے۔

کراچی کی زمین کے استعمال اور تقسیم قوانین کے مسئلے سے متعلق جناب عیسیٰ نے کہا کہ یہ ”منظور شدہ“ پلان کے نفاذ کا سادہ سا مسئلہ ہے۔ جس پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ شہری نے شہر میں



ناظم اعلیٰ کراچی جناب نعمت اللہ خان

شہری سرگرمیاں

مرکزی شہر میں ایم اے جناح روڈ، مینسفییلڈ اسٹریٹ، انوریٹی روڈ، پریڈی اسٹریٹ کو ٹریفک فری زون قرار دیا جائے اور اسے سیاحت کاروبار اور تفریح سے متعلق سرگرمیوں کے لئے مخصوص کیا جائے



قاضی فائز عیسیٰ

رکن مجلس عاملہ شہری سی بی ایم

کی مہنگی خدمات حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ جناب نورالدین نے تجویز پیش کی کہ مرکزی شہر کا علاقہ بشمول ایم اے جناح روڈ، مینسفییلڈ اسٹریٹ، انور ایٹی روڈ، پریڈی اسٹریٹ کو ”ٹریفک فری زون“ قرار دیا جائے اور اسے سیاحت، کاروبار اور تفریح سے متعلق



نورالدین احمد

نمائندہ پاکستان انجینئرنگ کونسل



سیمنار کے شرکاء

سرگرمیوں کے لئے مخصوص کیا جائے۔

جناب سید کلیم الدین چیئر مین پی ای سی نے کہا کہ اگر مجوزہ آرڈی نینس (سندھ بلڈنگ کنٹرول ترمیمی آرڈی نینس 2001) کو اس کی کلیت کے ساتھ نافذ کیا گیا تو یہ شہر میں بے قاعدہ سرگرمیوں کے سیلابی دروازے کھول دے گا۔ لیکن انہوں نے کہا کہ قوانین کی نظر ثانی میں کوئی قیاحت نہیں ہے کیونکہ دنیا



سید کلیم الدین چیئر مین پی ای سی نے بی بی

سہاق میں کسی بھی قسم کے استدلالی و معقول ماسٹر پلان کا نفاذ ناممکن ہے۔

خان صاحب کا خیال تھا کہ از سر نو آغاز میں کوئی نقصان نہیں ہے بشرطیکہ مستقبل میں ماضی میں ہونے والی غلطیوں کا اعادہ نہ ہو۔ انہوں نے تمام شہری گروپوں سے بھی درخواست کی وہ شہر کے مسائل کی بروقت نشاندہی کریں۔ انہوں نے اس سلسلے میں شہری کے کام کی تقریف کی۔

تقاریر کے بعد باہمی بحث و مباحثہ ہوا۔ آخر میں شہری۔ سی بی ای کے چیئر پرسن جناب خطیب احمد نے تمام شرکاء کا شکریہ ادا کرتے ہوئے سیمنار کے اختتام کا اعلان کیا۔

تجویز کردہ جرمانے بہت معمولی ہیں۔ اس لئے یہ ایک سدرزہ کی حیثیت سے عمل کرنے سے ناکام رہیں گی۔

جناب نعت اللہ خان ناظم اعلیٰ شہر نے اپنی تقریر میں کہا یہ بہت اہم ہے کہ اس سیاق و سہاق کو سمجھا جائے جس کے اندر قانون سے انحراف اور تجاوز کیا جا رہا ہے۔ معاشرے میں انصاف کا فقدان ہے۔ منصوبے مربوط اور ہم آہنگ نہیں ہیں۔ انہوں نے کنٹریمنٹ کے انتظامی علاقوں کے مسئلے کو بیان کیا جہاں مختلف تعمیراتی اصول نافذ ہیں جو بقیہ شہر میں ہونے والی سرگرمیوں سے کوئی مطابقت تعلق نہیں رکھتے وہ محسوس کرتے ہیں کہ اس سیاق و

موجود ہیں گزشتہ برسوں میں سماجی و معاشی حالات ابتر ہوئے ہیں۔ خاندان کا سائز بڑھا ہے اور لوگ نئے مکانات خریدنے کی سکت نہیں رکھتے۔ چنانچہ شہر کی ”سماجی“ اور ”طبعی“ دونوں اقسام کی تباہی وقوع پذیر ہو رہی ہے۔ جناب کلیم الدین نے غیر قانونی اور ناجائز عمارت کو باقاعدہ بنانے کے فیصلے کی حمایت کی۔ لیکن انہوں نے کہا کہ سب سے زیادہ اہم مسئلہ تو یہ ہے کہ مناسب جرمانے عائد کئے جائیں اور اس عمل میں جو رقم جمع ہوں ان کا مناسب اصراف ہو۔ رقم براہ راست متاثرہ افراد، رکیونٹیوں کو ملنی چاہئے۔ انہوں نے نشاندہی کی کہ مجوزہ قانون میں

بھر میں شہری منصوبہ بندی کے ادارے اپنے قواعد و ضوابط پر ہر دس برس کے وقفے سے نظر ثانی کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ شہر کی بے قاعدہ تعمیرات کے لئے بھی وجوہات

ایک بہتر ماحول کی تخلیق کے لئے

”شہری“ میں شمولیت اختیار کیجئے

اگر آپ ”شہری“ میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو براہ کرم یہ کوپن بھر کر اس پتے پر روانہ کر دیں۔

شہری برائے بہتر ماحول۔ 206 جی۔ بلاک 2 پی ای سی ایچ ایس، کراچی 75400۔ پاکستان

ٹیلی فون / فیکس 92-21-4530646

E-mail address:

Shehri@onkhura.com (Web site)

URL: http://www.onkhura.com/shehri

ٹیلی فون (گھر)

۳۱

ایڈریس

ٹیلی فون (دفتر)

۳۲

شہری کی رکنیت

2002ء کے لئے شہری کی رکنیت کی تجدید کروانا نہ

بھولیں۔ شہری میں شرکت کریں اور بطور شہری اس شہر کو

صاف کرنے، صحت بخش اور ماحول دوست مقام بنانے

کے لئے مدد دیں۔

شہریوں اور مقامی حکومت کے

نمائندوں کے درمیان تبادلہ خیال-I

شہری سی بی ای نے مقامی انتظامیہ کے منتخب ارکان اور کراچی کے شہری گروپوں

کے درمیان بہتر رابطہ عمل پیدا کرنے کے لئے سیمینار کی سیریز کا انعقاد کیا

دستاویر اور تازہ ترین ڈیٹا تیار کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ ڈی ایم سی سینٹرل کا کہنا تھا کہ پروجیکٹ ایریا میں ایک دن میں 1327 ٹن کوڑا کرکٹ جمع ہوتا ہے جبکہ نجی ٹھیکیدار کا دعویٰ تھا کہ وہ ایف بی ایریا کے صرف ایک بلاک سے ایک دن میں 1800 ٹن کوڑا کرکٹ اٹھاتا تھا۔

جناب انور نے کہا کہ عام لوگوں کو ایک باسٹھ بجے پر اس عمل میں شریک نہیں کیا گیا انہیں کو باسٹھ آگے لانے والے ذرائع پر کوڑے کی سطحوں کو کھم کرنے کے بارے میں علم فراہم کیا جاسکتا تھا۔ نجی ٹھیکیدار کو کوڑے کی ری سائیکلنگ کے انتخاب کا اختیار دینے کے لئے کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ جس سے پروجیکٹ میں بہت زیادہ دلچسپی اور کارگزاری میں اچھا رویہ ہو سکتا تھا۔ کوئی باقاعدہ و باضابطہ حیادہی ڈھانچہ یا فریم ورک تجویز نہیں کیا گیا اور نہ ہی کارکردگی کے معیارات تیار کئے گئے۔ جناب انور نے زور دیتے ہوئے کہا کہ اگر ضلعی حکومت اپنی کوششوں میں کامیابی کی خواہشمند ہے تو ایسی غلطیوں سے اب گریز ناگزیر ہے۔

محترمہ سارا صدیقی کا تعلق کے اے ڈی بیو ڈی بیو ایس سے ہے انہوں نے اپنے محلے

میں شہری کے مکمل تعاون کا یقین دلایا۔ فرحان انور ایگزیکٹو رکن۔ شہری سی بی ای نے شہری میں ٹھوس فسطے کے انتظامی نظام کی بنیاد پر اظہار خیال کیا اور کہا کہ 1998ء میں اس وقت کی ڈی ایم سی سینٹرل نے فیڈرل بی ایریا اور ناتھ ناظم آباد کے علاقوں میں ٹھوس فسطے کے انتظامی نظام کے کچھ حصوں کی بنیاد کی تھی، لیکن یہ تجربہ کام رہا۔ اب جبکہ نو تشکیل شدہ ضلعی حکومت ایک ایسی ہی مشن دوبارہ شروع کر رہی ہے گزشتہ ضلعی سے سیکھے گئے سبق کو مد نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

جناب انور نے کہا کہ گزشتہ منصوبے میں تجربہ بڑے وسیع پیمانے پر کیا گیا تھا اس کی بجائے اسے پائنت پروجیکٹ کے پیمانے پر ہونا چاہئے چنانچہ مسائل پیدا ہوئے۔ پروجیکٹ ایریا پر درست اور مناسب لہجے پر



سارا صدیقی
ممبر کے اے ڈی بیو ڈی بیو ایس

جناب خطیب احمد، چیئر مین شہری سی بی ای نے اپنی تعارفی تقریر میں کہا کہ پاکستان کے آئین نے پاکستان کے عوام کو ریاست کے معاملات سنبھالنے اور اپنے اثر و رسوخ سے کام لینے کا اختیار دیا ہے۔ لیکن عوام بمشکل ان اختیارات کا استعمال کرتے ہیں اور منتخب حکام اور



فرحان انور
ایگزیکٹو چیئر مین شہری سی بی ای

انتظامیہ کے کام کے بارے میں سوال نہیں کرتے ہیں چنانچہ نتیجے میں ایک ایسی صورت حال پیدا ہوئی جہاں منتخب حکام اور نوکری شاہی اپنے اختیارات کا نہ صرف بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں بلکہ ان کا ناجائز اور غلط استعمال کرتے ہیں جبکہ ایک عام آدمی خاموش تماشا بنی بنا رہتا ہے۔

جناب احمد نے شہر میں منتخب مقامی حکومتوں کے تعارف کی تقریب اور شہری کے سیمینار میں موجود منتخب نمائندوں کو ان کے کام



خطیب احمد
چیئر پرسن شہری سی بی ای

شہری سیمینار

ٹھیکیدار کو کوڑے کی ری سائیکلنگ کے انتخاب کا اختیار دینے کے لئے

کوئی کوشش

نہیں کی گئی

اور نہ ہی

باضابطہ بنیادی

ڈھانچہ تجویز

کیا گیا

کچھ وفاقی ادارے بشمول کنٹونمنٹس ہیں۔ حاکمیت کے مختلف درجات کے مختلف مفادات ہیں جن کا آپس میں ٹکراؤ ہوتا رہتا ہے۔

پہلے مقامی حکومت آئین کے تحت تقریباً 500 کروڑ روپے سالانہ کما رہی تھی۔ آمدنی پیدا کرنے کا یہ اختیار اب موجود نہیں ہے۔ متبادل مالیاتی میکانزم بھی نظر نہیں آتا۔ ماضی میں کے ایم سی کی انتظامیہ کو تقریباً 40 لاکھ روپے خرچ کرنے کا ذاتی امتیاز ہی حق حاصل تھا۔ اب یہ سہولت بھی دستیاب نہیں ہے۔ وفاقی حکومت پر حدود جہ انحصار ہے جو کام میں خارج ہے۔ کارکن کا حوصلہ پست ہے۔ وہ اب اور کام کرنا نہیں چاہتے، مافیا کے قسم کے بہت سے کنٹرول موجود ہیں۔

شہریوں کے نمائندوں کی تقاریر کے بعد عمومی بحث و مباحثہ ہوا۔

گلوبل ٹاؤن کونسل کے ناظم جناب فاروق نعمت اللہ۔ لیاقت آباد ٹاؤن کونسل کے ناظم جناب ڈاکٹر پرویز محمود نے بحث میں حصہ لیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ اپنی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ شہر کے لوگوں کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہیں اور اس وقت وہ مقامی حکومت کے نظام میں بدعنوانی کی سطحوں میں کمی لانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ انہوں نے شہری جیسی تنظیموں کے کردار کی تعریف کی اور شہر کے شہری گروپوں کے ساتھ کام کرنے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔

جناب خطیب احمد نے سیمینار کا اختتام شہر کا شکر یہ ادا کر کے کیا۔



محمد نعمان
ڈپارٹمنٹ آف ایگزیکٹو
این ای ڈی انجینئرنگ یونیورسٹی

سیوریج لائن ایک دوسرے سے مل جاتی ہیں جس سے پینے کا پانی آلودہ ہو جاتا ہے۔ یہ مسئلہ کراچی غربی/لیاری میں شدید ہے۔ جو علاقے کے ڈیپو اینڈ ایس بی کی گھبائی میں نہیں ہیں لیکن وہاں بل بھیجا جاتا ہے۔ اگر



(بائیں سے) ڈاکٹر پرویز محمود، خطیب احمد اور فاروق نعمت اللہ

زمین کسی اور نے لیز کی ہے تب بھی اسے ان خدمات کے تمام بلوں کی ادائیگی کرنی پڑتی ہے جو اسے مہیا نہیں کی گئیں۔ پروفیسر نعمان نے ایک عارضی بنیادی ڈھانچے کی تیاری، نئے منصوبوں کی شروعات (جو پہلے پائلٹ کی سطح پر ہوں) اور شہری سہولتوں/افادگی خدمات کی حیثیت کی مناسب دستاویزات کی فراہمی پر اصرار کیا۔

این ای ڈی یونیورسٹی کے شعبہ ایگزیکٹو کے پروفیسر محمد نعمان نے مقامی حکومت کے نظم و نسق اور انتظامیہ سے متعلق مسائل کے بارے میں بات کی۔ انہوں نے کہا شہر میں کام کرنے والے مختلف اداروں کے درمیان مطابقت میں بہت زیادہ مسائل کا سامنا ہے۔ ان میں کچھ مقامی کچھ صوبائی اور

پروفیسر نعمان احمد چیئر مین شعبہ آرکیٹیکچر و ٹاؤن پلاننگ، این ای ڈی یونیورسٹی نے کراچی میں پانی اور سیوریج کے شعبے کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت کراچی میں سرکاری اعداد و شمار کے مطابق پانی کی سپلائی میں 1150 ایم جی ڈی کی کمی ہے اصل میں یہ کمی زیادہ ہو سکتی ہے۔

انہوں نے کہا کہ کے ڈیپو اینڈ ایس بی اس وقت 46 ملین روپے کے قرضے کے بوجھ تلے، باہو ابے محصولات کی وصولی ناکافی ہے اور عملے کی بہتات ہے۔ (1996ء کے اعداد و شمار کے مطابق یہ 4500 ہے) اس کی وجہ زیادہ تر سیاسی تقریریں ہیں۔ شہر کی پشتر آبادی پیسے کے پانی کو 7 روپے فی گیلن سے 80 روپے فی گیلن کے حساب سے خرید رہی ہے۔

جناب نعمان نے شہر کا، کو بنایا کہ شہر میں پیدا ہونے والے سیوریج کے صرف 20 فیصد کو ٹھکانے لگانے سے پہلے صاف کیا جاتا ہے زیادہ تر سیوریج تعمیری سیوریج ورکس کی بجائے شہر کے قدرتی تالوں سے جاتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ کراچی و اطرا اینڈ سیوریج بورڈ کی نجکاری کی کوششیں ناکام ہو گئی ہیں کیونکہ کے ڈیپو اینڈ ایس بی کے حکام لوگ، بلڈرز اور ڈیولپرز، باسی/غذائی پارٹیاں سبھی نجکاری کے لئے حکمت عملی کے خلاف تھے۔ پروفیسر نعمان نے کراس کنکشن کے مسئلے کو بھی اجاگر کیا کیونکہ پانی کی فراہمی اور



نعمان احمد
چیئر مین ڈپارٹمنٹ آف آرکیٹیکچر
این ای ڈی یونیورسٹی

کے حالات کو بہتر بنانے کے دوران مقامی حکومت کے ساتھ اپنے کام کے تجربے کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہا کہ نئے نظام کے قیام کے باعث آج کل عملے کی دوبارہ تعیناتی بہت زیادہ ہو رہی ہے جس کی وجہ سے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ نئی ٹاؤن اور یونین کونسلیں جن خدمات اور املاک میں حصہ داری کریں گی ان کی حدود کے متعلق کچھ الجھن بھی پائی جاتی ہے۔

محترمہ صدیقی نے اس حقیقت کے بارے میں بھی اظہار فرمایا کہ کو ٹھکانے شدہ ٹاؤن/یونین کونسل کے دفاتر میں منتخب حکام عام طور پر غیر حاضر ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں شہریوں کو اپنے مسائل انتظامیہ کے حکام سے بیان کرنے پڑتے ہیں اور سرسختی اپنی جگہ موجود ہے۔ محترمہ صدیقی نے نئی انتظامی حکومتوں کو مالیاتی خود مختاری دینے کی اہمیت پر زور دیا تاکہ وہ شہریوں کے مسائل موثر طور پر حل کر سکیں۔



سیمینار کے شرکاء

شہریوں اور مقامی حکومت کے

نمائندوں کے درمیان تبادلہ خیال-II



نوید حسین

رکن مجلس عاملہ، شہری سی بی ای

شہری سیمینار

بجلی کی چوری

کی روک تھام

کے لئے ایک

یوٹیلٹی بورڈ قائم

کیا جائے تاکہ کم

آمدنی والے علاقوں

میں بجلی کی

چوری کے امکانات

کو کم کیا جاسکے،

ایک تجویز

نوید

حسین۔ ایگزیکٹو ممبر۔ شہری۔ سی بی ای نے اپنی تعارفی

تقریر میں کہا کہ پاکستان کو شدید معاشی مشکلات کا سامنا تھا اور وہ اربوں ڈالر کے مقامی و غیر ملکی قرضوں کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے مقابلے میں

بھارت اور چین نے اپنی صنعتوں اور مالیاتی نظاموں کو تحفظ دیا اور ترقی دی جس کے نتیجے میں آج ہم سے زیادہ مضبوط و مستحکم معیشتوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ملائیشیا جس کی معیشت 25 برس قبل بالکل ہماری جبین تھی آج پانچ مختلف قسم کی موٹر گاڑیاں بنا رہا ہے۔ (پروٹون کارز)

جناب نوید حسین نے کہا کہ کراچی میں

18 ٹاؤن کونسلوں میں سے ہر ایک کو 20 لاکھ

روپے دیئے گئے ہیں۔ انہوں نے سوال

اٹھایا کہ ”اس قسم کے بجٹ میں کوئی باہمی

ترقیاتی کام کس طرح ممکن ہے؟“

انہوں نے مطالبہ کیا کہ لوگ جو انکم ٹیکس

ادا کرتے ہیں اس کا نصف حصہ سماجی اور

ترقیاتی شعبے کے کام بس اضافی کی

صورت میں لوگوں تک، واپس آنا

چاہئے۔

جناب سلیمان چانڈیو چیف انجینئر

سیوریج کے ڈیپو اینڈ ایس بی نے اپنی

تقریر میں کہا کہ ”اربن پبلک یوٹیلٹی سسٹم میں نظام کی خرابی کی سب سے بڑی وجہ زمین کے

استعمال کے قوانین ہیں۔ انہوں نے غیر قانونی اور ناجائز عمارات پر مکمل پابندی کا مطالبہ کیا اور اس سلسلے میں شہری کی کوششوں کی تعریف کی۔ انہوں نے کہا کہ مکمل آسٹریس

دیکھ بھال کے لئے کے ڈیپو اینڈ ایس بی

کے سپرد کردی گئی ہیں تاکہ وہ خدمات

فراہم کریں جبکہ ان کے منصوبوں اور

بجٹ میں ایسے کام کے لئے کوئی گنجائش

یا پیش بینی نہیں ہے۔ اسی طرح کچی

آبادیوں میں کوئی نظام قائم نہیں کیا گیا

ہے، لیکن الزام کے ڈیپو اینڈ ایس بی پر

عائد کیا جاتا ہے۔ جناب چانڈیو نے

سیمینار کے شرکاء کو آگاہ کیا کہ کے ڈیپو

اینڈ ایس بی اب شہری حکومت کا حصہ

ہے اور اس کے فرائض ٹاؤن میں مزید نشوونما پائیں گے۔

جمشید ٹاؤن کونسل کے ناظم جناب احمد

قاسم پارکچہ نے اپنی تقریر میں کہا کہ پاکستان

میں گزشتہ برسوں میں وسیع پیمانے پر بدعنوانی

وقوع پذیر ہوئی ہے، جس نے ملکی صورتحال کو



خالد اقبال

انچارج، ڈسٹری بیوشن، کے ای ایس سی

نہایت ہی اہم بنا دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ

1970ء تا 1987ء کے عرصہ میں بینکوں

نے روزانہ 2 لاکھ روپے معاف کئے۔

1996ء تا 1999ء کے عرصے میں یہ

اعداد و شمار 2 کروڑ 40 لاکھ تک پہنچ گئے

تھے۔ انہوں نے کہا 1948ء میں پاکستان کا

جی این پی جاپان کے برابر یعنی 112 ڈالر

تھا۔ آج جاپان کا جی این پی بڑھ کر



احمد قاسم پارکچہ

ناظم جمشید ٹاؤن کراچی



سیمان چائٹریو چیف انجینئر کے ڈیلیوریٹس ایس بی



سیمنار کے شرکاء

فراہم کرنے والے مختلف اداروں کے درمیان کسی قسم کی با معنی مناورت موجود نہیں ہے، جس کی وجہ سے معاملات حد درجہ گھبرازر اٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ایک ٹیبلٹی بورڈ کے قیام کی تجویز پیش کی اور کہا کہ کے ای ایس سی نے کم آمدنی والے علاقوں میں غربت میں کمی کے پروگراموں کو اپنایا ہے تاکہ بجلی کی چوری کیامکانات کو کم کیا جاسکے۔ انہوں نے بتایا کہ تقریباً 4 لاکھ کنڈ ایکشن میں سے ڈیڑھ لاکھ کو باقائمرہ بنا دیا گیا ہے۔

تقاریر کے بعد سوال و جواب کا ایک دلچسپ دور چلا جس کے بعد جناب نوید حسین نے مقررین اور شرکاء کا شکریہ ادا کرتے ہوئے سیمینار کو اختتام تک پہنچایا۔

اربن پبلک یوٹیلیٹی سسٹم میں نظام کی خرابی کی سب سے بڑی وجہ زمین کے استعمال کے قوانین ہیں، غیر قانونی اور ناجائز عمارات پر مکمل پابندی عائد کی جائے، لوگ جو انکم ٹیکس ادا کر رہے ہیں اس کا نصف حصہ سماجی اور ترقیاتی شعبے کے کام میں اضافے کی صورت میں لوگوں تک واپس آنا چاہئے۔ ایک مطالبہ

34000 ڈالر تک پہنچ گیا ہے، جبکہ ہمارا نہایت مایوس کن یعنی صرف 360 ڈالر ہے۔ جناب پارکھ نے شہر کی بہتری کے لئے کام کرنے کے عزم کا اظہار کرتے ہوئے شہریوں سے مطالبہ کیا کہ وہ شہری معاملات میں زیادہ سے زیادہ شریک ہوں۔

کے ای ایس سی کے ڈسٹری بیوٹن اینڈ ورکس کے انچارج جناب خالد اقبال نے کہا کہ اس وقت کے ای ایس سی کے اے این یو پی پی اور گل احمد اور سپال کے نجی اپوریلٹنوں سے شہر میں 1800 میگا واٹ بجلی پیدا ہو رہی ہے۔ ہر سال بجلی کی طلب میں تقریباً 6 سے 7 فیصد تک اضافہ ہوتا ہے۔

جناب احمد نے کہا کہ بجلی کی چوری کم آمدنی والے علاقوں میں ہی نہیں ہوتی بلکہ یہ کے ڈی اے ایکٹیم نمبروں زور پی ای سی ایچ ایس جیسے علاقوں میں بھی ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت شہر میں خدمات و سہولت

انڈس ڈیلیٹا کو تباہی سے بچایا جائے

سندھ میں کوٹری کے مقام سے نیچے سندھ کو باقی ضلع خضد اور یہ زمین کے ساحلی علاقوں کی ایک لاکھ ایکڑ سے زائد زرعی زمین کو برہنہ کر چکا ہے جبکہ تقریباً 15 لاکھ ایکڑ مزید زمین برہنہ کی ہے اور چار سے گزشتہ 5 برسوں کے دوران سندھ کی پانی آجاتے اور پھلے پانی کی قلت کی وجہ سے ہزاروں مویشی بلاک اور ہزاروں افراد بے روزگاری کا شکار ہو چکے ہیں۔ زیادہ تر آبادی منتقل ہو گئی ہے اور اب صرف چند ہزار افراد کوٹری پٹی میں بچے ہیں۔ ان کی بھر کر رہے ہیں۔ سندھ کے اندر 150 سے زائد ہیر (ہیرا) کی مہلوں تک پہنچے ہوئے ہیں۔ ماضی میں وہ اپنے سندھ 12 لاکھ سے سندھ میں گرنے لگا۔ 350 کلو میٹر پر پھیلا سندھ کے ساحل کا زینتی علاقہ سندھ کو باقی ضلع میں رکھتا تھا۔ 1994 سے انڈس میں پانی نہ پھونانے کی وجہ سے خضد اور ہیرا کے ڈیلٹا علاقے میں 1,42,000 لاکھ زمین پر منتقل ہو چکے ہیں۔ ہر ایک حال (مجموعاً) کوٹری کے استعمال نے ایک اور مسئلہ کو پیدا کیا ہے جس سے خلیوں کی افزائش ختم ہو چکی ہے۔

شہری کے لئے رضا کاروں کی ضرورت ہے

شہری کے مختلف منصوبے ذیل میں درج چھوٹی کمٹیوں کی وساطت سے چلائے جاتے ہیں۔

- آلودگی کے خلاف
- میٹریا اور بیرونی روابط (نیوز لیٹر)
- قانونی (غیر قانونی عمارتیں)
- تحفظ ورثہ (پرانی عمارتیں)
- پارکس اور تفریح
- مالی حصول

ہر وہ شخص جو شہری کے جاری اور مستقبل کے منصوبوں کے لئے مدد (رقم / فیس) کرنا چاہے اس سے گزارش ہے کہ وہ شہری کے دفتر تشریف لائیں یا فون، ٹیکس یا ای میل کے ذریعے شہری کے سیکریٹریٹ سے رابطہ کریں۔



سندھی عورت 2002ء میں

8 مارچ ظلم کے خلاف عورتوں کی جدوجہد کی یاد دلاتا ہے

آٹھ مارچ، عورتوں، کا عالمی دن ظلم کے خلاف عورتوں کی جدوجہد کی یاد دلاتا ہے۔ جب عورتوں نے اپنے حقوق اور تمام سماجی اور سیاسی شعبوں میں شرکت کے لئے آواز اٹھائی تھی۔ انیسویں صدی کے اواخر میں صنعتی طور پر ترقی پذیر ممالک کی عورتیں ان تنخواہ دار ملازمتوں میں شامل ہو رہی تھیں جہاں مردوں کی بالادستی تھی۔ ان کے حالات کار ابتر اور تنخواہیں بہت کم تھیں۔ سیاسی پابندیاں ان تبدیلیوں کی راہ میں رکاوٹ تھیں جو عورتوں کی زندگیوں میں رونما ہو رہی تھیں۔ عورتوں نے ووٹ دینے کے حقوق حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کا آغاز کیا جس کے نتیجے میں عورتوں کے حقوق کی عالمی تحریک نے جنم لیا۔

عورتوں کا عالمی دن

پاکستان میں،

بہت سی عورتیں

اب بھی محرومی کی

زندگی گزار رہی

ہیں، ان میں سے

اکثریت دیہی

عورتوں کی ہے

جنہیں زندگی کی

بنیادی سہولتیں

بھی میسر نہیں ہیں

یہ دن ہمیں سوچنے پر آمادہ کرتا ہے کہ عورتوں کا استحصال ہوتا ہے۔ ان کی قدری کی جاتی ہے اور اکثر ظلم کیا جاتا ہے۔ یہ ہمیں اپنی کمزوری کی تجرید کرنے کی تلقین کرتا ہے کہ عورتوں کی حالت کو تبدیل ہونا چاہئے اور ان دانشورانہ روایات پر تنقیدی نظر ڈالیں جو عورتوں پر ظلم کو یا تو نظر انداز کرتی ہیں یا اسے برحق قرار دیتی ہیں۔ یہ وہ دن ہے جب سماجی تبدیلی کے لئے تشدد، تعصب اور تفریق کو ختم کرنے کے لئے آواز بٹھائی جاتی رہے۔

عصر حاضر میں تیزی دنیا کے ممالک کی عورتوں کی صورتحال جدید، صنعتی اور ترقی یافتہ ممالک سے مختلف ہے۔ سب سے زیادہ پریشان کن، شاید ان کو عربت سے بھی زیادہ وہ برتاؤ ہے جو جنوب ایشیائی ممالک میں، پاکستان سمیت، ان سے ساتھ روا رکھا جاتا ہے۔ عورتوں کے خلاف تشدد سب سے زیادہ شدید اور کم تسلیم شدہ انسانی حقوق کا مسئلہ ہے۔ لڑکوں اور مردوں کے لئے رنج، بچپوں کی طفل کشی، لا پرواہی اور عورتوں کی ہلاکت ایشیائی ممالک بشمول پاکستان سب سے بڑا سبب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں ہر جگہ عورتوں کے خلاف تشدد اس لئے ہوتا ہے کہ وہ عورتیں ہیں دوسرے الفاظ میں عورت ہونا ایک پرخطر امر ہے۔ حال ہی میں ایک ٹیلی ویژن چینل پر آٹھ مارچ کے ضمن میں ریکارڈ کئے جانے والے پروگرام میں تین خواتین سے ایک سوال پوچھا گیا۔ اس سوال کے تین مختلف جواب تھے۔ ایک۔ پاکستان کی عورتوں نے گزشتہ چند برسوں میں خاطر خواہ ترقی کی ہے۔ دوسرا۔ پاکستان کی عورتیں انشاء اللہ بہت ترقی کریں گی۔ تیسرا اور آخری جواب تھا کہ پاکستانی عورتوں کی حیثیت جاڑ ہے اور یہ حتمی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ صورتحال کب تک جوں کی توں رہے گی۔ یہ جواب بہت قنوطیت پسند ہے لیکن یہ حقیقت اور شہوس حقائق پر مبنی ہے۔ بے شک پاکستان کی عورتیں اب عملی زندگی کے بہت سے شعبوں

میں سرگرم عمل نظر آتی ہیں اور ایسی بہت سی خواتین ذمہ دار عہدوں پر فائز ہیں۔ ان میں سے چند بڑے اداروں کی سربراہ بھی ہیں۔ لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ یہ عورتیں تعلیم یافتہ اور ملک کے شہری علاقوں کے مریات یافتہ طبقوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ اقلیت میں ہیں، جبکہ بہت سی عورتیں اب بھی محرومی کی زندگی گزار رہی ہیں۔ یہ عورتیں جو اندرون سندھ سمیت ملک بھر کے دیہاتوں میں رہتی ہیں۔ یہ وہ عورتیں ہیں جنہیں پینے کا صاف پانی، صحت کی سہولتیں اور زندگی کی دیگر آسائشیں میسر نہیں ہیں۔ وہ صوبے بھر میں زراعت کا کام کرتی ہیں۔ لیکن ان کے کام کو پیداواری خیال نہیں کیا جاتا اور انہیں اپنی محنت کا حادضہ وصول کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ وہ عورتیں ہیں جن کی اکثریت زچگی کے دوران مر جاتی ہے۔ ماؤں کی موت کے

اسباب میں خراب صحت اور غذائیت کی کمی اہم ہیں۔ ماؤں کی موت کی فراوانی میں سماجی، سیاسی اور اقتصادی عوامل جھلکتے ہیں جو عورت کو حمل اور بچے کی پیدائش کے عمل میں محفوظ رہنے کے بنیادی حق سے محروم رکھتے ہیں۔

ایک مطالعے کے مطابق وہ عورتیں جو حمل کے دوران یا بچے کی پیدائش کے بعد مر جاتی ہیں، ان میں 15 فیصد عورتیں تشدد اور زخموں کی وجہ سے مرتی ہیں۔ کیونکہ حاملہ عورت تشدد سے زیادہ متاثر ہوتی ہے۔ لہذا تشدد کے نتیجے میں مرنے والی عورتوں کی شرح پیدائش کے عمل کی پیچیدگیاں زیادہ ہے۔

سندھ کے بہت سے علاقوں میں عورت فرودخت ہونے والی ایک جنس ہے جو قبیلوں اور انفرادی تنازعات کو ختم کرنے کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ عورتیں جرمانے ہر جانے اور دیگر لین دین، جس میں عزت کے نام پر قتل کے تصفیے بھی شامل ہیں، بطور جنس استعمال کی جاتی ہے۔

ایک تنظیم نے اپنی ایک حالیہ کانفرنس کا عنوان "قتل کرنے میں کوئی عزت نہیں" رکھا تھا جو سندھ میں کارروکاری کے ایک مطالعے سے حاصل ہونے والے حقائق پر مبنی تھا۔ اس دوران یہ امر بھی زیر بحث آیا کہ عورتوں کا قتل ایک منافع بخش کاروبار بن چکا ہے۔ یعنی عورت کو مارا اور پیسے کماؤ۔

2001ء میں کارروکاری کی بناء پر صحت کے گھٹاتارے جانے والوں میں ایک تین سالہ بچی بھی شامل تھی۔ کیا کوئی اس پر یقین کر سکتا ہے کہ ایک کسم پچی زنا کاری میں ملوث ہو سکتی ہے جسے خاندان کی عزت بچانے کے لئے قتل کیا گیا تھا۔

وزارت خارجہ کی جانب سے انسانی حقوق کی ایک رپورٹ جس میں پاکستان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی نشاندہی کی گئی تھی، مسٹر کرتے ہوئے ایک بیان میں کہا گیا کہ اپریل 2000ء میں منعقد ہونے والی انسانی حقوق کی کانفرنس کے تمام اہداف



حاصل کرنے گئے ہیں۔ بے شک فوجی 7 مارچ کو صدر پرویز مشرف نے عورتوں کی حکومت نے جبراً اہتمام کے ہیں۔ ترقی اور اختیار کے لئے قومی پالیسی کا اعلان

8 مارچ 1857ء	بھارتیوں کے نیک نیتوں کے کارخانوں میں کام کرنے والی عورتوں نے کم معاوضوں اور برتر حالات کار کے خلاف مظاہرہ کیا۔
8 مارچ 1907ء	بھارتیوں کی عورتوں نے ویدت میں کس کے لئے اور بچوں کی سختی کے خلاف مظاہرہ کیا۔
8 مارچ 1909ء	امریکہ میں ایل ڈن کو باقاعدہ طور پر عورتوں کا عالمی دن تسلیم کر لیا گیا۔
1910ء	کونین نیشن ڈومرک میں سوشلسٹ انٹرنیشنل کانفرنس میں عورتوں کے حق کی تجویز پیش کی گئی۔ جسے 17 ممالک کی 100 عورتوں نے مستطوحاً صرح منظور کیا۔
19 مارچ 1911ء	عورتوں کو بھارتی ایس ایس جرنل، ڈاکٹر، آرمی اور سول سروسز کی عورتوں نے منانے ایک انداز کے مطابق ایک سین عورتوں نے ویدت کے حق اور معنی امتیاز کو ختم کرنے کے لئے منعقد کئے گئے مظاہروں میں شرکت کی۔
8 مارچ 1913ء	دی عورتوں نے یہ دن منانی اور روسی یہ ویدت نے اسے قومی تعطیل قرار دیا۔
1968ء	کوششیں شروع ہوئی جس میں ویدت میں ناموشی رہی جب تک کہ 1968ء میں دنیا کی عورتوں نے اس دن کو منانے کا فیصلہ کیا۔
8 مارچ 1971ء	لندن میں 5 ہزار عورتوں نے مساوی حقوق اور موافق کے لئے مظاہرہ کیا۔
1977ء	قوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 8 مارچ کو عورتوں کے عالمی دن کی قرارداد منظور کی اور اقوام متحدہ کا یہ دن اسے حقوق نسواں اور نسوانی امن کا اعلان کیا گیا۔

کیا ہے۔ سابقہ حکومتوں نے بھی پاکستان کی عورتوں کی بہتری کے لئے کبھی قومی منصوبہ عمل یا تحقیقاتی کمیشن کے قیام جیسے اقدامات کا اعلان کیا تھا، لیکن کوئی بھی منصوبہ جس پر عملدرآمد نہ کیا جائے محض جھوٹی تسلی ثابت ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت سی کاغذی کارروائیوں کے باوجود پاکستان کی عام عورت کی زندگی میں کوئی مثبت تبدیلی نہیں آئی۔ حال ہی میں وزیر برائے خواتین کی ترقی نے کہا ہے کہ کارروکاری کو قتل تصور کیا جائے گا۔ قومی کمیشن برحیثیت خواتین کی سابقہ چیئر پرسن نے یہی بات ایک سال قبل کہی تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب تک کارروکاری کو قتل سے مستثنیٰ قرار دینے والی قانونی شق اور تمام امتیازی قوانین ختم نہیں کئے جائیں گے پاکستان کی عورتیں اسی طرح ظلم برداشت کرتی رہیں گی۔

یہ ایک حوصلہ افزا امر تھا کہ اب کے عورتوں کا عالمی دن سرکاری اور غیر سرکاری دونوں سطحوں پر غیر معمولی جوش و جذبے سے منایا گیا۔ البیٹرا تک اور پرنٹ میڈیا نے بھی اس پر خصوصی توجہ دی۔ اخبارات نے اس ضمن میں خصوصی مضامین شائع کئے اور نسلی ویشن پر خصوصی پروگرام دکھائے گئے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ آپ اس وقت، کیا محسوس کریں گے جب ایک انٹرنیشنل ٹی وی نیٹ ورک پر "پاکستان میں عورتوں کا قتل" کے عنوان سے فلم دکھائی جا رہی ہو۔ وہ جو آٹھ مارچ کی تقریبات کا ایک حصہ تھا۔ کاش ہم پاکستانی عورتوں کو کسی بہتر طور پر یاد کیا جائے۔ اس کا ہمیں استحقاق ہے۔

(ش۔ فرخ سینئر صحافی اور عورتوں کے حقوق کی ایکٹویسٹ ہیں۔ یہ مضمون 8 مارچ کو سوشل ویلفیئر ڈپارٹمنٹ کی جانب سے منعقد کئے گئے اجلاس میں پڑھا گیا تھا)

آئی پالیسی نیچر سروس

کراچی کو ماحولیاتی تباہی سے کیسے بچایا جائے

کراچی کی بیشتر کھلی جگہوں پر جبری قبضہ ہو چکا ہے جس کی روک تھام کے لئے بڑی مداخلت کی ضرورت ہے

موجودہ حقائق کی نشاندہی کریں اور انہیں قبول کریں۔ دنیا کے دیگر بین الاقوامی کاسمپولیشن شہروں کے لئے مقرر کردہ معیارات کے مطابق کراچی کی منصوبہ بندی ہوئی اور پران چڑھایا گیا۔ یہ پاکستان کے دیگر شہروں سے نمایاں ہے کیونکہ ان کی نشوونما

ان کی تاریخی جغرافیائی محل وقوع کے حساب سے ہوئی ہے جو مقامی کچھر کی عکاسی کرتی ہے۔ جبکہ کراچی ایک جدید اور زیادہ کشادہ معاشرے کا حامل ہے جہاں روایتی اور جدید رجحانات دونوں خوبی کے ساتھ موجود ہیں اس سلسلے میں سنگاپور اور کوالالمپور جیسے شہروں کی مثال دی جاسکتی ہے۔ کراچی میں حکام شہر کی آبادی کی بڑھتی ہوئی رفتار کا ساتھ دینے میں ناکام رہے ہیں اور حکومتی لیڈرشپ کی ضرورت آہستہ آہستہ کم اور پھر غائب ہوگئی تو مختلف کرداروں نے شہر پر قبضہ کر کے خلاء کو پر کر دیا اور بہت تیزی کے ساتھ ایک زندگی سے بھرپور اور جدید شہر کو ہمارے دور دراز کے بقیہ علاقوں کی سطح تک پہنچا دیا گیا۔

شہری بڑھوتری کو صحیح سمت کی جانب اور ایک مربوط انداز میں لے جانے کا حل ماسٹر پلاننگ میں ہے۔ ماسٹر پلان بنیادی طور پر ایک پالیسی دستاویز ہے جو موجودہ تقاضوں اور کوتاہیوں کو دور کرنے اور مستقبل کی شہری ضروریات کا بندوبست کرنے کے لئے عمل کی

ہیں اگر شہر کی منصوبہ بندی حقیقت پسندانہ انداز میں تازہ ترین ہوتی اور تھرائی اور اس کے باشندے مل کر اس نظام موثر طریقے پر چلاتے تو یہ بیک وقت اپنے باشندوں کو اپنا معیار زندگی بہتر بنانے کا ایک موقع ضرور فراہم کرتا۔

وفاقی حکومت نے اس شہر کو باقاعدہ بنانے اور انتظام سنبھالنے کی جانب پہلا قدم اٹھایا اور کراچی کو 18 ٹائز میں تقسیم کر دیا۔ اس نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا کہ ایک واحد یونٹ کی حیثیت سے اس کا فطری انتظام موثر انداز میں ممکن نہیں ہے لیکن ٹھوس تبادلے سے گریز کرنے کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے وفاقی حکومت نے کنٹونمنٹ بورڈ کے مسئلے کو نہیں چھیڑا ہے جو اس شہر کی مختلف جگہوں پر بکھرے ہوئے خود مختار جزیرے ہیں۔

کراچی شہر کا کوئی بھی ترقیاتی پہلو ایک عام شہری کے ذہن کو الجھن میں نہیں ڈالتا بلکہ وہ شہر کی طبعی شکل و صورت اور اس کے ترقیاتی اداروں کے تنوع سے ضرور پریشانی اور الجھن میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا شہر ہے جس کی دیکھ بھال دو درجن سے زیادہ ترقیاتی ادارے اور شعبے کرتے ہیں اور یہ غیر یہ بیان کیا جاسکتا ہے کہ زمین کے مالک تقریباً 15 ادارے شہری خدمات کی ناقابل بیان انحطاط اور زندگی کے ماحول کی خرابی سے گزرے ہیں۔ یہ بہت ضروری و لازم ہے کہ ہم کوئی تجویز یا سفارشات پیش کرنے سے پہلے

کے شہر کو ہمارے کراچی معاشرے کی تمام سطحوں کے افراد نے

اپنے مختصر المدت سیاسی اور معاشی فائدے کے لئے دیدہ و دانستہ اور قصداً موجودہ صورتحال تک پہنچایا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ لوٹ مار اور زمین میں مزید مختلف عناصر شریک ہوتے رہے ہیں۔ رہنما اصول اور قواعد و ضوابط کے علاوہ متعلقہ اداروں کو تباہ کر دیا گیا یا انہیں جان بوجھ کر بے کار بنا دیا گیا تاکہ آسان کمائی کی بڑھتی ہوئی دولت تک پہنچ کر آسان بنا دیا جائے۔ اس سارے قصے کا

ہیٹا سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ہمارے شہر کو سب سے زیادہ نقصان ان لوگوں کی سرگرم شرکت یا غیر متحرک چشم پوشی نے پہنچایا ہے جو اس کے مستقبل باشندے ہیں۔ ہمارے ذہنوں میں اب یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا اس تمام ابتری اور انحطاط کو بدلنے کے لئے کچھ کیا جاسکتا ہے؟ یا ہمیں اٹھ کر نکل مکانی کر لینی چاہئے۔ ہم سے ان لوگوں کے لئے جو نکل مکانی نہیں کر سکتے یا بالکل نہیں کریں گے۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم اپنے تمام ذرائع اکٹھا کریں اور اپنے ماحول کا کنٹرول ہاتھ میں لے لیں اور اس گندگی و ابتری کی صفائی کر دیں۔

کراچی دنیا کے عظیم ترین میگا پولیس میں سے ایک ہے۔ ہمارے شہر کا سائز اور بڑھنے کا انداز دونوں ہی خوفزدہ کرنے والے

شہری ترقی

کراچی اپنے

باسیوں کے معاشی

فائدے کے اٹے مواقع

اور سمت مہیا کرنے

اور عظیم معاشی

افزائش اور پاکستان

کے متحرک عوام کی

فلاح و بہبود کے لئے

قوت اور صلاحیت

رکھتا ہے